Resized

Aafaque Ehsen's IdeaMines Sites
for the public good
علم اپناؤ - خوشحالی پاؤ

Some of the .pdf files we download from the Internet are not fit enough for direct upload to our servers.

We enhance the scan quality of such files, resize the pages to a standard size which is resaonably readable and then upload them.

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۸۰

اگست ۱۹۲۴ء

مسیحی

لاہور

ہندوستانی مسیحیوں کا مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی و تمدنی ماہواری رسالہ

ایڈیٹرز (۱) مسٹر کے ایل رلیارام صاحب ہیڈ ماسٹر رنگ محل مشن سکول لاہور ایڈیٹر انچیف
(۲) مسٹر آئیون جیکب صاحب عاصی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ جائنٹ ایڈیٹر

فہرست مضامین

مضمون	صاحب مضمون	صفحہ	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
مشاہیر قوم	ایڈیٹر	۱	پہیلیاں اور لطیفے۔	ایڈیٹر	۲۷
کتاب حیات۔	مولوی حشمت المسیح صاحب منشی فاضل	۹	خبریں۔	ایڈیٹر	۳۰
کلیسائی نظام۔	کپتان علی بخش صاحب۔	۱۱	استقبال پرنسپل	"	۳۱
منزل مقصود	مسٹر پی این بھنوت	۱۶	ایک کو دیکھ کر دوسرے کو جمائی کیوں آتی ہے		۳۲
یرمیاہ نبی	ڈاکٹر ای ساونا صر۔	۲۲			

کل خط و کتابت متعلق مضامین وغیرہ بنام مسٹر کے۔ ایل۔ رلیارام صاحب ہیڈماسٹر رنگ محل سکول لاہور ہونی چاہئے
باقی خط و کتابت بہ ترسیل زر چندہ و عطیہ وغیرہ بنام مسٹر ٹی۔ خان۔ بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ مینیجر
رنگ محل مشن سکول لاہور آنی چاہئیں قیمت سالانہ پیشگی مع محصولڈاک دو روپے ۸/
۵۰ سے کم آمدنی والوں کے لئے فقط دو روپے ●

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

اشتہار کتب

الیڈ و اوڈیسے۔ یونان کے ملک الشعرا ہومر کی نظموں کا دلچسپ خلاصہ۔ صفحہ ۱۴۳ قیمت ۶ر

عیسیٰ کی سیرت۔ مسیح کی ذاتی خصلت و تعلیم کا بیان اور ان پر اعتراضات کی تردید۔ صفحہ ۱۶ ۔ ۹پائی

خطِ شکاگو۔ ابتدا سے ۱۹۲۳ء تک پنجاب و یوپی کے [illegible] ناموں کی فہرست صفحہ [illegible] ۶پائی

اعتراض المسلمین مع جوابات۔ مسیحی دین پر محمدی صاحبان کے ۱۷۵ اعتراض اور ان کے جواب صفحہ ۱۴۸ [illegible] ر

کفارۂ ذنوب۔ مسیح کی موت و قربانی کا بیان اور چند سوالات کے جوابات۔ صفحہ ۱۵ ۔ ۹پائی

کیفیت نامہ۔ بنی اسرائیل کے تمام بادشاہوں کا مفصل حال صفحہ ۳۳ ۔ ۲ر

کلام اللہ از روے کلام۔ قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ بائبل میں تحریف و تنسیخ نہیں ہوئی۔ پہلی بار ترجمہ ہو کر یہ کتاب اردو میں شائع ہوئی ہے۔ صفحہ ۹۵ ۔ ۴ر

کلام اللہ کے تجسم کے بیان میں۔ مقدس اتھنیسیس کا اس مضمون پر بہت ہی مشہور رسالہ ہے صفحہ ۶۰ ۶ر

تکمیل مظہر ذاتِ خدا۔ مصنفہ مولوی حسام الدین صاحب۔ مسلمانوں کے لئے بالخصوص مفید ہے صفحہ [illegible] ار

لڑکوں کا راہنما۔ لڑکوں کو ہر قسم کی بدعادتوں اور خراب صحبتوں سے بچانے اور صحت جسمی و روحانی کے بحال رکھنے کی تدابیر و ہدایات۔ صفحہ [illegible] ۸ر

محبوب آتا ہے۔ پادری جان میکنیل صاحب کی کتاب کا ترجمہ مسیح کی آمد ثانی کے بیان میں صفحہ ۸۰ ۴ر

مجموعۂ رسائل۔ مسٹر جیمس منرو صاحب اور ڈاکٹر راوس صاحب کے ۹ رسالے اہلِ اسلام کے لئے صفحہ ۲۳۵ ۳ر

مسیح کی زندگی کے سادہ اسباق۔ بچوں اور ناخواندہ لوگوں کی تعلیم کے لئے صفحہ ۹ ۔ ۱ پائی

مسیح مصلوب۔ مسیح کی تصلیب پر بحث۔ اور اس امر میں قرآن اور انجیل برنباس پر تبصرہ۔ صفحہ ۵۴ ۔ ۲ر

مسیحی مذہب کے ابتدائی حالات۔ انجیل لوقا اور اعمال الرسل کے مطابق مع چند دعاؤں و غزلوں کے۔ صفحہ ۳۴ ۔ ۳ر

المشتہر۔ سکرٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی۔ انارکلی لاہور

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ

یا مسیح

فیضانِ مسیحی سے ہے یاں بیر چراغاں

پروانہ ہے حیراں اِدھر آئے اُدھر آئے

اِس ماہ کے نمبر میں ہم ایک پُرانے زمانے کی تصویر کو زیب رسالہ کرتے ہیں۔ ہم اِس تصویر کو بڑی وقعت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ اگر اس پر گہری نظر ڈالیں تو بڑے بڑے نکتے ہمارے فائدے کے لئے نکل آئینگے۔ اِس تصویر میں اگلے وقتوں کے دیسی اور بدیسی مسیحی پائے جاتے ہیں اِس لئے ہم اپنے شائقین و ناظرین کی دلچسپی اور ملاحظے کے لئے پیشکش کرتے ہیں۔ یہ تصویر کوئی ۴۰۔ ۵۰ سال کا عرصہ ہوا اسی ہمارے امرتسر شہر میں لی گئی تھی۔ اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ان میں سے سوائے ایک صاحب کے سب اپنے آقائے نامدار کے آرام میں داخل ہو چکے ہیں۔ اِس تصویر کے لئے ہم اپنے معزز دوست مسٹر ایس۔ ڈیوڈ صاحب آنریری مجسٹریٹ لائل پور کے تہِ دل سے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ازراہِ مہربانی یہ قیمتی تصویر ہمیں عنایت فرمائی ہے۔ ہم تو ایسی تصویروں کی نہایت قدر کرتے ہیں اور مسیحیوں کی جائدادِ لازوال سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ تصویر ہمیں بہت سے عمدہ سبق سکھاتی ہے ؎

ہے فیض سے وقا. کہ بیری نگاہ میں

جس شاخ میں ثمر نہ وہ ہے لاکھ من کی شاخ

اِس تصویر میں ہماری قوم کے وہ برگزیدہ بزرگ رونق افروز ہیں جن کو کلیسیا کی

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

عمارت کے رکن کہنا بجا ہے۔ ان بزرگان کی یاد ہمارے دلوں میں ہمیشہ تک تازہ رہیگی۔ اور ہر زمانے میں مسیحیوں کی آنے والی پشتیں پیڑھی در پیڑھی ان کی محبت کا دم بھرینگی۔

جس زمانے کی یہ تصویر ہے وہ واقعی ایک عجیب زمانہ تھا۔ اگرچہ عام طور پر یہی قاعدہ ہے کہ لوگ پُرانے زمانے کو ہمیشہ گولڈن ایج یا ستُ جگ سمجھا کرتے ہیں اور شاید یہ مبالغہ ہی ہو مگر قوم مسیحی کی تواریخ پر نظر ڈالنے سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ پچھلا زمانہ ہی اچھا تھا۔ پہلے جو دیسی اور یورپین مسیحی گزر چکے ہیں اُنکا ثانی آج چراغ لیکر ڈھونڈو تو نہیں ملتا۔ اُنکا رنگ روپ۔ وضع قطع۔ نشست و برخاست کچھ اَور ہی تھے۔ اُنکا لباس سادگی میں عجب بانکپن دکھاتا تھا۔ دیسی مسیحی عموماً مشرقی لباس پہنتے تھے اور وہ انپر خوب کھلتا تھا۔ جامہ زیبی کے علاوہ اُنکی شکل و صورت سے عجب رعب وداب اور متانت ٹپکتی تھی۔ اب وہ لوگ کہاں! ✤

اگرچہ اس تصویر میں خاص طبقے کے لوگ پائے جاتے ہیں جنکا تعلق ایک خاص مشنری سوسائٹی سے ہے۔ اور یہ ہماری قوم کی بدقسمتی ہے کہ کلیسیا کے اندر مختلف جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں مگر کیا کیا جائے۔ ہر چند ہمنے کوشش کی کہ ایسی تصویر دستیاب ہو جس میں اُس زمانے کے ہر مشن اور ہر کلیسیا کے بزرگ جو سب عزت و قدر کے لائق ہیں پائے جائیں۔ مگر افسوس ہماری کوششیں ناکامیاب رہیں۔ مجبوراً تصویر موجودہ پر اکتفا کرنی پڑی ✤

اس تصویر میں بہت سے اصحاب ایسے ہیں جنکی زندگی کے حالات اس قابل ہیں کہ اُنکو بجائے خود فرداً فرداً بیان کیا جائے تاکہ وہ موجودہ زمانے کے مسیحیوں کے جوش اور حوصلے بڑھا سکیں۔ اور ترقی کی اُمنگ اور نیکی کے جذبات کو تحریک دیں۔ خدا نے چاہا تو ہم وقتاً فوقتاً اپنے ناظرین کے سامنے ان بزرگوں کے مجمل حالات پیش کریں گے۔ لیکن اِس دفعہ ہم صرف اُن خیالات کا

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

ذکر کرتے ہیں جو اِس تصویر کے دیکھنے سے ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ یعنے وہ سبق جو ہم اپنے روحانی اور تمدنی فائدے کے لئے حاصل کرسکتے ہیں ✠ یہ تصویر چند خاص باتوں پر دلالت کرتی ہے۔ انکا ذکر ہم سب سے آخر میں کرینگے۔ ان باتوں کی طرف رجوع ہونے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے ناظرین کا تعارف اِن بزرگان سے کرا دیں ✠

تارا سا ہوں میں تہِ میں کنوئیں کی برنگِ آب
نام آسماں پہ میرا ہے زیرِ زمیں ہوں میں ✠

بائیں طرف سے دیکھئے۔ جو بزرگ زمین پر بیٹھے ہوئے زمین کو رشکِ آسماں بنا رہے ہیں۔

۱۔ آپ دیوان صاحب دیال ہیں۔ امرتسر کے پاس ایک چھوٹی سی ریاست فتح گڈھ کے ایک معزز خاندان میں سے تھے۔ تمام دُنیوی حشمت و جلال کو چھوڑ کر اپنے خداوند کے در کی گدائی اختیار کی اور بڑی پاک دلی اور سادگی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ پہلے پہل امرتسر میں اسسٹنٹ ماسٹر رہے پھر جنڈیالے میں مہتمم پاسبان کے عہدہ پر سرافراز ہوئے۔ نہایت فرشتہ صورت اور فرشتہ سیرت تھے ✠

۲۔ ان سے آگے لمبی ڈاڑھی والے ریشائیل بزرگ پادری بیٹ مین صاحب ہیں۔ آپ ایک عجیب وغریب شخصیت کے آدمی تھے۔ جو کام اُنہوں نے کیا زیادہ نہیں تو کئی صدیوں تک اُس کا ظہور رہیگا۔ دیسی مسیحیوں کے سچے خیرخواہ اور دوست تھے۔ نارووال میں اُنہوں نے فقیرانہ زندگی بسر کی اور ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی میں برسوں نکال دیئے۔ سیالکوٹ نارووال کے علاقے میں جو کام ہوا انہی کی بدولت ہوا۔ عجب مردِ خدا تھے۔ ڈاکٹر آئی۔ این۔ پی۔ ڈٹا۔ پادری وارث الدین۔ رائے بہادر مسٹر میا داس اور کئی اَور صاحب انہی کی کوششوں سے مسیحی ہوئے۔ غرض جو انکی ریش سفید کے جال میں شکار ہُنس وہ ا ز گئے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

دامِ محبت کا ایسا بندہ ۔ بے دام ہوا کہ کبھی نہ نکلا ۔

۳۔ پادری بیٹ مین کے بائیں ہاتھ پر ان کے دائیں بازو پادری فتح مسیح صاحب تشریف فرما ہیں ۔ آپ نارووال ہی کے رہنے والے تھے ۔ افسوس عمر نے وفا نہ کی ۔ جتنے عرصے رہے بہت اچھا کام کیا ۔ مانے ہوئے واعظ تھے ۔ عمر وفا کرتی تو اور زیادہ نام پیدا کرتے ۔

۴۔ انکے آگے پادری قطب الدین صاحب ہیں جنہوں نے برسوں تقریباً ساری عمر ترن تارن میں گزاری ۔ اس زمانے کے عجیب آدمی تھے ۔

۵۔ انکے قرب میں مسٹر فیلبوس کے قدوم میمنت لزوم کو زمین بوسہ دے رہی ہے ۔ آپ ہمارے موجودہ رکن قوم مسٹر ایچ ۔ فیلبوس ۔ ای ۔ اے سی منٹگمری کے والد ماجد تھے ۔ امرتسر میں ریلجس بک سوسائٹی کے ۳۰ سال مینجر رہے بڑی مسیحی غیرت رکھتے تھے ۔

ناظرین اب دربار مسیحی کے کرسی نشینوں سے ملئے اور بائیں طرف سے ہوتے ہوئے چلئے ۔

۶۔ سب سے اول ہمارے فخرِ قوم و بزرگ پادری ڈاکٹر عماد الدین لاہز ڈی ڈی ہیں جن کو اگر ملک الواعظین کا خطاب دیا جائے تو بجا ہے ۔ آپ جیسا واعظ ابتک کوئی مسیحی قوم میں نہیں ہوا ۔ اور نہ ہوگا ۔

۷۔ آپ کے دوش بدوش بابو رلیا رام صاحب مشہور و معروف وکیل امرتسر ہیں جو اپنی قوم کی بہتری میں بڑا حصہ لیتے تھے ۔ آپ کے چار صاحبزادے پنجاب کو چار چاند لگا رہے ہیں (۱) رائے بہادر لالہ موہن لال سرکاری وکیل گورداسپور (۲) رائے بہادر لالہ سوہن لال سٹی مجسٹریٹ دہلی (۳) مسٹر کندن لال ہیڈ ماسٹر رنگ محل سکول لاہور ۔ (۴) مسٹر بہاری لال بی ۔ اے ۔ بی ٹی

۸۔ انکے پہلو بہ پہلو انکے دوست ڈاکٹر وائٹ برخٹ صاحب ہیں ۔ جو برسوں سی ۔ ایم ۔ ایس کے سکرٹری رہے اور آجکل ولایت میں ایک بڑے معتبر مشنری عہدے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

سرافراز ہیں۔ انکی لیاقت کے کیا کہنے ہیں۔ بائبل شریف کے ترجمے کے پنجاب میں مہتمم رہے ہے۔ دلیسیوں سے آپ کو سدا کا اُنس ہے۔ اردو زبان کو بڑے فخر سے بولتے اور پڑھتے تھے۔

۹۔ ان کے آگے عین مرکز میں بزرگ پادری رابرٹ کلارک صاحب سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ اسی آفتاب کے محور کے گرد یہ سب مسیحی چاند اور تارے پھرتے تھے۔ آپ کی کیا بات ہے۔ ہر ادا پسندیدہ گھات ہے۔ نورانی صورت روحانی سیرت۔ آپ کا ثانی شاید ہی پیدا ہو۔ دیسی مسیحیوں کے سچے خیر اندیش یہی کہنا کافی ہے کہ کلارک آباد آپ کی مستقل یادگار ہے۔ جتنے مسیحی وہاں ہیں وہ اپنی زمینوں کا روحانی خراج اسی فیض کے بادشاہ کو ادا کرتے ہیں۔

۱۰۔ انکے آگے پادری پارکنز صاحب ہیں جو سابق ہیں بہ عہدۂ کمشنری جالندھر اور لاہور ممتاز تھے۔ شروع ہی سے آپ مشنری طبیعت کے آدمی تھے۔ کمشنری کو طلاق دے کر مسیحی دُلہن سے ایسا پاک نکاح کیا کہ تارہی کے پاس مقام آسرا پور میں اسکی تن من و دہن سے خدمت کرنے میں جان لڑادی۔

۱۱۔ آگے چلکر نورانی ڈاڑھی والے پگڑی پہنے ہمارے ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب ہیں جو لوگ ذرا بڑی عمر والے ہیں اُنکو ڈپٹی صاحب کا مباحثہ مرزا غلام احمد قادیانی سے یاد ہوگا۔ عجیب مسیحی طبیعت اور غیرت و حمیت والے آدمی تھے۔

۱۲۔ ان سے آگے پادری یعقوب علی صاحب ہیں جو کافی عرصہ تک لاہور میں کام کرتے رہے۔ بڑی بہادری سے مردانہ لڑے اور کامیاب ہوئے۔

اب پچھلی قطار میں چلئے۔ ان میں قابلِ ذکر سب ہی ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے بعض کے نام تک بھی معلوم نہ ہو سکے۔ کام تو در کنار۔ خیر ہماری ناواقفیت ان کا کوئی نقصان نہیں کر سکتی کیونکہ ان سب کے نام نامی برّے کی کتابِ حیات میں مع ان کے کارناموں کے سنہرے حروف میں درج ہیں۔ اور ایک دن تمام دنیا کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پڑھے جائینگے۔

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

۱۲۔ تیسرے نمبر پر پادری صادق مسیح ہیں۔ بہت عرصہ اجنالے میں خداوند کی خدمت میں گزارا +

۱۴۔ انکے ساتھ بابو ایشان چندر سنگھا کھڑے ہیں۔ انکے نامِ نامی سے کون واقف نہیں۔ نیک چلنی اور دانائی کے چشمے تھے +

۱۵۔ انکے آگے پادری دینا ناتھ صاحب ہیں جو ہمارے موجودہ پاسٹر ٹرنٹی چرچ کے والد بزرگوار تھے طبیعت میں حد درجہ کا انکسار تھا۔ علم اور سادہ مزاجی انہی کا حصہ تھا

۱۶۔ آگے چلو تو جگر تھام کے۔ کیوں بہادر منصف شیر سنگھ جو کھڑے ہیں۔ بڑے غیور مسیحی تھے۔ سرکاری ملازم ہو کر انہی کا کام تھا کہ چھٹیاں لے کر بڑی سرگرمی سے مسیحی خدمت بجا لاتے تھے اور کسی قسم کی سرد مہری اور کوتاہی نہ کرتے تھے۔

۱۷۔ دو بزرگ چھوڑ کر بابو بہتر سے ملئے۔ دو تین سال ہوئے کہ معلم الملکوت بنگئے ہیں۔ امرت سر کے ہیڈ ماسٹر کیا جگت اُستاد تھے۔ اگر انسان فرشتہ بن سکتا ہے تو وہ بابو بہتر تھے جن کے دل میں کسی کیطرف سے برا خیال پیدا ہی نہ ہوتا تھا۔ خدا کی بادشاہت کو چھوٹے بچوں کی طرح قبول کیا تھا۔ ع۔

"خدا رکھے تم ہی تم ہو۔ نظر پڑتی ہے عالم کی"

۱۸۔ سب سے پیچھے مگر رہبری میں سب سے آگے بابا الیاس کیٹی کسٹ بھولے بھٹکوں کو راہ بتانے والے بحرِ معصیت میں ڈوبتی ہوئی کشتیوں کا بیڑا پار کرنیوالے رونقِ محفلِ مسیحی ہیں۔

سبق تصویر کے دیکھنے سے جو سبق ہم سیکھتے ہیں وہ مفصلہ ذیل ہیں:-

۱۔ جتنے بزرگ اس تصویر میں ہیں انکی شکل وصورت وضع اور لباس صاف بتاتا ہے ہیں کہ یہ لوگ اعلیٰ خاندانوں سے آئے ہیں۔ یہ کوئی خود بخود مسیحی دین میں شامل نہیں ہوئے بلکہ مشنری صاحبان کی سر توڑ کوششوں کا ثمرہ تھے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے پرانے مشنری بزرگ بھی اعلیٰ طبقے کے لوگوں میں کام کرنا قرینِ مصلحت سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ کسی ملک کا دین وہ ہے جو اُس ملک کے شرفا

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

کا دین ہے۔

۲۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پرانے مسیحیوں کا طریق معاشرت زیادہ تر مشرقی تھا دیسیوں کی طرح رہتے سہتے تھے۔ طبیعت میں سادگی اور خصلتوں میں شرافت۔ شکلوں میں رعب اور متانت ایسی تھی کہ آجکل کے مسیحیوں میں اسکا جواب نہیں۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مسیح کی محبت انہیں اپنے دامِ الفت میں پھنسا کر لائی ہے۔

۳۔ تصویر سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشنری اور دیسی مسیحیوں میں آپسمیں بڑی رفاقت و یگانگت تھی جس طرح سے یورپین اور دیسی صاحبان بیٹھے ہیں اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِن میں آپسمیں کیا کچھ رفاقت اور ملنساری ہوگی واقعی ہر دو قوم میں بہت میل و محبت تہی اور وہ بھی دلی۔ آجکل تو دیسیوں کے دل بدیسیوں سے اور بدیسیوں کے دیسیوں سے کوسوں دور ہیں۔

ع

ہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے
صفوۂ دہر پہ یک دل نہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

اِن دنوں میں اگرچہ مسیحیوں کا شمار بڑھتا جاتا ہے لیکن پیار اور خلوص گھٹتا جاتا ہے۔ عام طور پر ہر ایک مسیحی کی زبان سے یہ شکایت سنی جاتی ہے کہ پہلی سی فراخدلی۔ ہمدردی اور محبت اب مسیحیوں میں نہیں پائی جاتی۔ اب تو نفسا نفسی پڑی ہوئی ہے۔ ایک کو ایک مارے حسد کے کھاتا پیتا دیکھ نہیں سکتا۔ جس زمانے کی تصویر ہم نے اپنے مکرم ناظرین کے سامنے پیش کی ہے اس سے اور ان بزرگوں کے احوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں کسقدر اپنا پن تھی۔ ہمیشہ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک اور ایک دوسرے کی ترقی سے خوش ہوتے تھے۔ دوسرے کے کام کو اپنا کام۔ دوسرے کے بال بچوں

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

بیٹیوں کو اپنے آل و عیال سمجھتے تھے۔ اولاد بھی خدا رکھے ایسی ہوتی تھی کہ تمام
رگوں کو والد کی جگہ سمجھتی تھی۔ اور اسکی وجہ یہ بھی کہ یہ بزرگ اپنے بچوں کو ہمیشہ
بق نہ فقط باتوں میں بلکہ عملی صورت میں دیتے رہا کرتے ۔ ہم کو اپنے ذاتی
ربے سے یاد ہے کہ پادری صاحبان اور بابو متر۔ بابو سنگھا وغیرہ کی ہم ایسی
ت کرتے تھے جیسے اپنے سگے والد بزرگوار کی۔ اور یہ بزرگ بھی ہم میں ایسی ہی
پی لیتے تھے جیسے اپنے بچوں میں۔ واقع میں یہ بڑا عجیب زمانہ تھا جو اب فسانہ
گیا ہے۔ خدا کرے کہ جو اوصاف ہماری قوم میں پہلے پائے جاتے تھے پھر پیدا
جائیں اور وہ اچھے دن پھر آئیں۔ کاش کہ وہ میل جول جو مشنری صاحبان
بی بھائیوں سے رکھتے تھے ۔ پھر تازہ ہو۔ اُس زمانے کے مشنری دیسیوں کے
روں میں رہتے۔ دیسی کھانے کھاتے۔ دیسیوں سے پوری ہمدردی اور دلچسپی
کھتے تھے۔ اپنی سوسائٹی کو چھوڑکر دیسیوں سے میل و رغبت رکھتے۔ انہیں
ٹھتے بیٹھتے تھے۔ دیسیوں کی زبان بڑی کوشش سے سیکھتے اور اسپر فخر کرتے تھے۔
کل تو دو فقرے بھی کوئی مشنری صاحب درست نہیں بولنا چاہتے۔ پہلے مشنری
لوگوں کی زبان کے پورے پورے واقف کیا ماہر ہوا کرتے تھے۔ پادری وہائٹ
یٹ اور پادری بیٹ مین صاحب پنجابی اس فصاحت سے بولتے تھے کہ کوئی
بی کیا بولیگا۔ بلکہ دیسی طبیعت اور دیسی رسم و رواج کے پابند ہوتے تھے ۔
قات کے وقت دیسیوں کی طرح گلے ملتے مصافحہ و معانقہ کرتے۔ دیسیوں
طرح ایک ایک کی نسبت دریافت کرتے تھے ۔

م۔ جتنے بزرگ اُس زمانے میں تھے اُنکو ہندو مسلمانوں اور اپنے غیر مسیحی رشتہ داروں
ے بڑا اُنس تھا۔ آجکل کیطرح رشتے ناطے نہ توڑ بیٹھتے تھے۔ مسیحی چال چلن رکھتے
ے انکی خدمت اور رفاقت میں بڑا حصہ لیتے تھے۔ ہندو مسلمان بھی انکا
ادب کرتے تھے اور بڑی عزت کی نگاہوں سے اُنہیں دیکھتے۔ بسا اوقات
پنے خانگی معاملات میں ان سے صلاح و مشورہ کرتے اور اُنسے فیصلے لیتے تھے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

اور جو کچھ یہ کہتے سر آنکھوں پر رکھتے۔ یہاں تک کہ جب یہ مسیحی ہو جانے کی ترغیب انہیں دیتے تو کوئی انکے آگے دم نہ مار سکتا۔ ہر بات کو بغور سنتے اور انکے چال چلنوں کو دیکھ کر مسیحی دین کی فوقیت کے دل سے قائل ہوتے تھے۔ افسوس اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آجکل کے مسیحیوں کو کوئی گردانتا ہی نہیں۔ ہر جگہ انگشت نمائی کرتے ہیں۔ کاش کہ وہ عمدہ زمانہ پھر آئے اور ہماری قوم کا پچھلا سا اعتبار ہمارے نیک چال چلن کے باعث دوبارہ قائم ہو۔ آمین۔ ثم آمین ؛

(ایڈیٹر)

کتاب حیات

"ہر ایک ہم میں سے خدا کو اپنا اپنا حساب دیگا"۔ (رومیوں ۱۴: ۱۲)

ہر فرد و بشر کو اپنے اعمال کا جواب خدا تعالےٰ کے حضور میں دینا ہوگا۔ ہم کوئی مشین تو ہیں نہیں کہ جسطرح چلا دیا گھوم رہی ہے۔ خداوند سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمکو حق و ناحق کے درمیان فیصلہ کرنے کی عقل عنایت فرمائی ہے۔ اور خود مختار پیدا کیا ہے لہذا ضرور ہم سے ہمارے افعال کی حساب فہمی ہوگی۔

انسانی زندگی کو ہم ایک کتاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جس میں ہر ایک دن کے لئے ایک صفحہ مقرر ہے اور لمحہ کے لئے ایک سطر۔ جب ہم سو کر اٹھتے ہیں تو یہ صفحہ بالکل کورا ہوتا ہے۔ لیکن رات ہونے تک وہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھر جائیگا۔ اور ہر ساعت اور ہر لمحہ کی کہانی جداگانہ ہوگی۔ لکھنے والے ہم خود ہیں۔ خواہ ہم انہیں لغویات سے پُر کریں یا اعمالِ حسنہ سے۔ خواہ ہم ان میں ایثار کے جلوے دکھائیں یا خود غرضی کے۔ جب ہم ایک دفعہ لکھ چکے تو پھر مجال نہیں کہ ایک ورق کو بھی پھاڑ کر ادھر اُدھر کر سکیں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بات چھپ نہیں سکتی۔ ہم اپنے لکھے کو فراموش کر دیں لیکن ہمارا خدا تو اُسے ہمیشہ یاد رکھتا ہے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

کل جو صفحہ لکھا جا چکا ہم اُس میں تغیر نہیں کر سکتے۔ لیکن جو صفحے کہ ابھی لکھنے باقی ہیں ہمیں چاہیئے کہ اُنہیں احتیاط سے معمور کریں۔ فضولیات میں عمر ضائع نہ ہونے دیں۔ کیونکہ ایک دن آئیگا کہ یہ کتابِ زندگی تمام ہو جائے گی اور اُسکے ساتھ ہمارا بھی خاتمہ ہو جائیگا اور بروزِ حساب ہم سے حساب لیا جائیگا۔ ہمیں لازم ہے کہ بڑی احتیاط سے زندگی کی کتاب کی خانہ پُری کریں۔ اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیں کہ جس سے ہمیں خدا کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے۔ جو احکام کہ خداوند نے ہم پر فرض کئے ہیں ہمیں اُنکی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اُسکے اوامر کو بجالانا چاہیئے اور نواہی سے بچنا چاہیئے۔ ہمیں "دست بکار دل بیار" کے مقولہ پر کاربند ہونا چاہیئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی یاد اور محبت ہی ہمکو ارتکابِ گناہ سے بچائے گی +

روما کے ایک شہنشاہ کا ذکر ہے کہ ہر شب اپنے دن کے افعال کا جائزہ لیا کرتا تھا۔ اور جس روز کوئی نیک کام نہوتا تو کہتا کہ افسوس! یہ دن ضائع گیا + پس کیا ہی بھلی ہے وہ زندگی جو نیک کاموں میں صرف ہو۔ اور خدا کی فرمان برداری اور خوف اور محبت میں گزرے۔ کیونکہ رسول فرماتا ہے کہ وہ ہر ایک کو اُسکے کاموں کے موافق بدلا دیگا جو نیکوکاری میں ثابت قدم رہکر جلال اور عزت اور بقا کے طالب ہوتے ہیں۔ اُنکو ہمیشہ کی زندگی دیگا۔ مگر جو تفرقہ انداز اور حق کے نہ ماننے والے بلکہ ناراستی کے ماننے والے ہیں اُنپر غضب اور قہر ہوگا۔ اور مصیبت اور تنگی ہر ایک بدکار کی جان پر آئے گی۔ پہلے یہودی کی پھر یونانی کی۔ مگر جلال اور عزت اور سلامتی ہر ایک نیکوکار کو ملے گی۔ پہلے یہودی کو پھر یونانی کو کیونکہ خدا کے ہاں کسی کی طرفداری نہیں۔ (رومیوں ۲ : ۶ تا ۱۱) +

راقم حشمت اللہ منشی فاضل

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

کلیسائی انتظام

کینن علی بخش صاحب کا دیرنا تا ہوا مضمون ۔

آجکل کلیسائی انتظام کا چرچا جا بجا پھیل رہا ہے ۔ اہل فکر مسیحی احباب کچھ حیران ہیں کہ دیسی کلیسا کونسا انتظام اس ملک میں اختیار کرے ۔ ابتک جتنے انتظام ہمارے سامنے ہیں وہ سب پردیسی ہیں ۔ پردیسی مشنریوں کے ذریعے سے مسیحی مذہب کو ہم نے سیکھا اور جس فرقے یا کلیسا سے ہمارے مشنری صاحبان کا تعلق تھا اُسی سے اِن نومریدوں کا تعلق ہوگیا ۔ اور اِس میں کچھ گناہ نہ تھا ۔ ہم لوگوں نے مسیح کو قبول کیا اور اُسی کو نجات دہندہ مانا اور اُسکے سوا ے جو کچھ تھا اُسے غیر ضروری جانا اور کلیسائی انتظام کو نہ نجات کے وسیلے میں شامل کیا اور نہ اُسے نجات میں ہارج جانا ۔ اور یہ پوزیشن دیسی مسیحیوں کی بہت اعلیٰ اور ضروری تھی لیکن تقریبًا ایک صدی سے دیسی مسیحیوں کا شمار بڑھنے لگا اور چند سالوں کے اندر ہی لاکھوں کا شمار ہوگیا ۔ اب اس بڑھتی میں ایک نقص نظر آنے لگا کہ باوجود تعدادی ترقی کے اِن کا جو مسیحی اثر غیر مسیحی ہندوستانیوں پر پڑنا چاہیئے تھا وہ موہوم سا دکھائی دیا ۔ جو مجموعی طاقت ہونی چاہیئے تھی وہ تقریبًا ندارد تھی ۔ ایک اکیلا اور ایک اور ایک گیارہ کا اصول بے معنے سا ہوگیا ۔ اور یہ مثل کہ پنجے سے نکلے کی چوٹ کڑی پڑتی ہے اس جماعت کی زندگی میں نظر آئی جو جماعتی جدوجہد دوسری چھوٹی جماعتوں میں نمایاں ہے یہاں وہ کالعدم کا حکم رکھتی ہے ۔ بشارتی خدمات جو دوسری چھوٹی غیر مسیحی جماعتیں ہماری آنکھوں کے سامنے سرانجام دے رہی ہیں وہ ہماری آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی ہیں ۔ ملکی امور میں اُن کی سعی وکوشش ہم کو شرمندہ کر رہی ہے گو چند افراد اس سے مستثنےٰ ہوں لیکن میں جماعتی نقطۂ خیال سے یہ لکھ رہا ہوں ۔ ہماری نیشنل

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

مشنری سوسائٹیاں نقش بر دیوار کی طرح ساکن ہیں۔ ہماری انڈین کرسچن کانفرنسیں اور کونسلیں شخصی مفاد و اغراض کا شکار بن گئیں۔ یہ آفت آئی تو کہاں سے اور کیسے۔ پردیسی مشنری صاحبان جو کچھ کر رہے ہیں ہم بھی انکی لکیر کے فقیر ہیں۔ اگر سکول ہیں تو انکی جان کو دعائیں دیتے ہیں۔ اگر ہسپتال ہیں تو انکے راگ گا رہے ہیں۔ اگر اخبار یں ہیں تو انکے روپے سے جاری ہیں۔ اگر بشارت ہے تو انکے دم سے۔ پاسبانی کا کام اگر کہیں کامیاب نظر آتا ہے تو اسکے روح رواں بھی پردیسی ہیں۔ جہاں دیسیوں کے ہاتھ میں کچھ کام آیا وہاں تھوڑے ہی عرصے کے بعد مکھیاں بھنکنی شروع ہو گئیں۔ لیکن کسی مشنری کو بیچ چڑھا لیا اور کہیں چند متمول مسیحی صاحبان کو قابو کر لیا پھر کیا تھا غریب کس مپرسی میں جا پڑے۔ یہ ساری مصیبت و خرابی اگر آئی تو کلیسیائی انتظام سے۔ یہ لاپروائی پیدا ہوئی تو اس غیر طبعی اور پردیسی انتظام سے۔ وہ انتظام تو معصوم تھا۔ اور شروع میں نقصان دہ نہ تھا۔ لیکن چونکہ وہ باہر کیطرف سے ہمارے سر پر رکھا گیا تھا اور ہم اسکے قابل نہ بنے تھے۔ اور وہ ہماری ضروریات اور حالات کے مطابق نہ تھا جس سے کہ ہماری طبیعت مانوس ہوتی اور وہ ہماری طبع کے موافق ہوتا۔ اسلئے بتدریج وہ انتظام ہمارا طبعی انتظام نہ ٹھہرا۔ بلکہ ایک بیرونی خارجی انتظام رہا اور ہماری روحانی ترقی اور جدّ و جہد کی تحریک میں ممد و مددگار نہ ہو سکا۔ پردیسی اور غیر دیسی مدبران کلیسیا اور دانایان قوم نے آخر کار اس سقم و نقص کو دریافت کر لیا اور کلیسیائی انتظام کو دیسی طبیعت مزاج و حالات کے مطابق بنانے کی ٹھان لی۔ لیکن اس خیال و ارادے کو عملی جامہ پہنانے میں ہمیں قدیم کلیسیا سے مدد لینی پڑے گی جب کہ حالت تقریباً ایسی ہی تھی۔ جیسی کہ اب ہے سوائے چند مستثنیات کے جنکا ذکر آگے چل کر ہو گا۔

قدیم کلیسیا۔ شروع شروع میں سارا اختیار کلیسیائی انتظام کا رسولوں کو حاصل تھا۔ نہ کاہنی طور پر بلکہ کلیسیا کے کامل نمائندہ ہونے کی حیثیت سے۔

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

چنانچہ انکا شمار بھی اس امر کا شاہد ہے کہ وہ کاہنی فرقے کے نمائندہ نہ تھے۔ بلکہ اسرائیل کے بارہ پیٹری آرکوں کے۔ خدا کی نئی امت کے یہ مرکز تھے۔ اور یسوع مسیح کے پہلے گواہ تھے۔ انکی یہ صفت کہ وہ گواہ تھے کسی دوسرے کے ورثہ میں نہ آسکتی تھی۔ کیونکہ اُنکے جانشینوں اور قائم مقاموں کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اُس معنے میں یسوع مسیح کے گواہ تھے سراسر غلط ہوگا۔ نہ وہ کلیسیا کے حاکم تھے نہ اُنکو مطلق العنان اختیار حاصل تھا۔ جب اُنکو اپنے شمار کی کمی پورا کرنے کی ضرورت پڑی تو اُنہوں نے ساری کلیسیا کو جمع کر کے فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ (اعمال ۱: ۲۳)۔ جب غیر قوم مسیحیوں اور یہودی مسیحیوں کے تعلقات میں سوال اُٹھا تو یروسلم کے سارے مسیحیوں نے آزادانہ کانفرنس میں جمع ہو کر فیصلہ کیا۔ (اعمال ۱۵-۶ سے ۲۲) کلیسیائی مختلف عہدے موسوی کہانت کے طریقے سے الٰہی مداخلت کے وسیلے قائم نہ کئے گئے بلکہ کلیسیا کی حسب ضرورت کلیسیائی انتخاب اور تقرر کے ذریعے سے۔ رسولی عہدے کی طرح باقی سارے عہدے نمائندگی کے اصول پر مبنی تھے نہ کہانت کے اصول پر۔ مثلاً جب سات ڈیکنوں کو یونانی مسیحیوں میں سے چنا تو کلیسیائی ضرورت کو رفع کرنے کے لئے چنا نہ کہ کسی ماقبل حکم و تعین کے باعث۔ کلیسیا نے ایسے عہدے کے مقرر کرنے کا فیصلہ کیا اور کلیسیا ہی نے اس عہدے کیلئے اپنی مرضی سے اُن ساتوں کو چنا (اعمال ۶-۲ سے ۵) پرسبٹر یا بشپ کے عہدہ پر بھی یہی صادق آتا ہے۔ کیونکہ نئے عہد نامے میں یہ دو لفظ بالکل ہم معنے و مترادف ہیں (اعمال ۲۰-۱۷ سے ۲۸ ططس ۱-۵) یہ عہدہ بھی عوام الناس نے بذریعہ انتخاب قائم کیا (اعمال ۱۴-۲۳) جیسا کہ ساتوں (ڈیکن) کا عہدہ قائم ہوا تھا۔ یہ عہدے ہیکل کے انتظام سے مستعار نہ تھے بلکہ عبادتخانوں کے انتظام کے نمونے پر تھے۔ تعلیم دینے کا انعام پرسبٹروں میں ہی محدود نہ تھا بلکہ غالباً بعض پرسبٹروں کو شاید یہ انعام حاصل بھی نہ تھا۔ کیونکہ پولس رسول نے بڑی خبرداری سے اُنکا الگ ذکر کیا جن کو کہ یہ انعام حاصل تھا (تمتھس ۵-۷۔ افسیون ۴-۱۱)

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

TheMasihiLahoreAugust1924

ہر مسیحی کا حق تھا کہ کلیسیا میں تعلیم دے (۱ کرنتھی ۱۴-۲۶) الغرض رسولی زمانہ کی کلیسیا میں یہ کاہنی انتظام نہ تھا جو پیچھے قائم ہو گیا اور آج تک رومی اور بعض دیگر کلیسیاؤں میں چلا آیا ہے۔ کلیسیا کی ضروریات جیسے بڑھتی گئیں اور جیسی ضرورت پیدا ہوتی رہی یہ عہدے اسی نمائندگی کے اصول پر مقرر ہوتے گئے نہ حکمران کہانت کے اصول پر۔

یروشلم کی ہیکل کے برباد ہونے کے بعد رہا سہا کاہنی انتظام بھی جاتا رہا اور محض کلیسیائی انتظام قائم رہا۔ اصلاح کے دنوں میں جب انگریزی کلیسیا کا تعلق رومی کلیسیا سے منقطع ہو گیا تو انگریزی کلیسیا میں کوئی آرچ بشپ یا کارڈنل نہ تھا۔ جو بشپوں کو مقرر کر سکے۔ اسلئے انگریزی کلیسیا نے اپنے ذاتی اختیار سے کام لیا جو صدیوں سے معطل و بیکار پڑا تھا۔ اور اُنہوں نے اپنے لئے آپ ایک آرچ بشپ مقرر کر لیا اور بشپ پارکر پہلا آرچ بشپ ملکہ الزبتھ کے دنوں میں مقرر ہوا۔ اور مابعد زمانے کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ باقی برِ اعظم یورپ میں اصلاح شدہ کلیسیاؤں میں کوئی بشپ شامل نہ ہوا۔ اُنہوں نے بلا ان بشپوں کے اپنے پادریوں ہی کے ذریعے اَور پادری بنانے شروع کر دیئے اور وہی انتظام اب تک پریسبٹرین کلیسیاؤں میں پایا جاتا ہے۔ کلیسیا کے اختیار ذاتی کو نہ کوئی سرکار۔ گورنمنٹ یا پارلیمنٹ نیست کر سکتی نہ اُس میں ٹال سکتی ہے۔ کلیسیا اگر آزاد ہے تو اپنے ذاتی اختیار سے اگر غلام ہے تو اپنے ذاتی اختیار کے کام میں نہ لانے کی وجہ سے۔ سرکار سے یا پارلیمنٹوں سے آزادی کی درخواستیں کرنا ہماری اپنی ذاتی غلامی کا اظہار ہے نہ کلیسیائی ذاتی اختیار کے عدم کا۔ اگر آج دیسی کلیسیا اپنے اس ذاتی اختیار کو کام میں لائے تو کون اُسے روک سکتا ہے۔ یا کون اُس اختیار کو ناجائز ٹھہرا سکتا ہے۔ اگر کوئی پارلیمنٹ شروع میں اُسکو تسلیم نہ بھی کرے تو بھی آخر کار اُس کو یہ ماننا پڑیگا۔ پریسبٹرین انتظام کو مدتوں تک نہ انگریزی کلیسیا مانتی رہی نہ حکومت زمانہ لیکن بہت کشمکش اور خونریزی کے بعد آخر سرکار کو یہ انتظام جائز کہنا پڑا۔

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

اور جو لوگ انکے تقررات کو ناجائز ٹھیراتے تھے اب وہ اُسی مُنہ سے انہیں جائز ٹھیرا رہے ہیں انکے کام پر خدا کی برکت کے ثبوت انکو نظر آنے لگے۔ روح القدس کی برکتوں نے انکے انتظام کی راستی کو ظاہر کردیا۔ آج اُنکو انگریزی کلیسیا اپنے گرجاؤں میں اپنے پلپٹوں پر جگہ دیتی ہے۔ اسی طرح دیسی کلیسیا اگر آپ اپنا انتظام کرے تو کوئی اُسکو ناجائز اور بدعت نہ ٹھیرائیگا۔ لیکن اس کلیسیائی ذاتی اختیار کے کام میں لانے کی جرأت ہم میں نہیں رہی۔ ہماری اپنی اغراض نے ہمکو غلام بنادیا۔ ہمارے اپنے مفاد نے ہم کو اپاہج کردیا اور جو مشنری خدمت و مدد و ہدایت ہماری برکت کا باعث تھے ہم نے اپنی ذاتی خودغرضی سے اُس کو لعنت بنالیا۔ اور وہ پردیسی خدا کے بندے جو غیرت الہی سے مشتعل ہوکر ہم کو فائدہ پہونچانا چاہتے اور ہمکو آزاد اور خودمختار دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ ہم نے انکے دلوں کو بھی صدمہ پہونچایا اور اُن کی محنت و خدمت پر پانی پھیردیا۔ اب ہم اپنے تئیں اپاہج بیکس دیکھ کر بھی اپنی غلطی کا اقرار نہیں کرتے بلکہ دوسروں پر الزام لگانے کو تیار ہیں۔ پردیسیوں کو کوستے ہیں کہ تمنے ہمارا بیڑا غرق کیا ؎

کیا ہنسی آتی ہے مجھکو حضرت انسان پر
فعل بد تو خود کرے لعنت کرے شیطان پر

اگر ہم دیسی کلیسیا کا انتظام دیسی طریقے پر کرنا چاہتے ہیں تو کوئی سد حائل نہیں پردیسی مشنری صاحبان کی یہ عین خوشی ہے۔ وہ ہماری مدد اور ہدایت کے لئے تیار ہیں لیکن ایک قربانی درکار ہے جسکے بغیر کوئی دیسی آزادانہ کلیسیائی انتظام نہیں ہوسکتا اور نہ قیامت تک ہوسکیگا۔ وہ قربانی تنخواہوں کی ہے۔ پردیسیو سے تنخواہیں لینا بند کریں۔ دیسیوں سے اُنکی بساط کے مطابق گذارہ لینے پر اکتفا کریں۔ ابتدائی کلیسیا کی تقلید پر سادہ انتظام قائم کرلیں۔ بس ہماری مشکلات کا بہت کچھ ازالہ ہوجائیگا +

شاید کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیسی کلیسیائی انتظام کے لئے بھی تعلیم یافتہ

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

خادمانِ دین کی ضرورت ہوگی جنھوں نے بورڈنگوں میں رہ کر بارہ چودہ سال مغربی طریقے کی طرزِ معاشرت اختیار کر لی جن میں مغربی مذاق پیدا ہو گئے۔ جن کو دیسی طور طریقوں سے نفرت ہو گئی جن کی مادری زبان انگریزی ہو گئی۔ جن کو مشرقی علوم و اخلاق سے بھی مس نہ رہا۔ جن کو دیسی طریقوں پر رہنے سے عار ہے اور جو دیسیوں سے بہت میل جول بھی رکھنا نہیں چاہتے جنکا گزارہ دو سو یا چار سو روپے کے بغیر نہیں چلتا وہ تھوڑی تنخواہ کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ انکو تو ولایتی روپے بغیر چارہ نہیں۔ پھر تعلیم یافتہ خادمانِ دین اور ماسٹر کہاں سے آئیں گے۔ ایسے لوگ تو ہمیشہ پردیسی مشنری صاحبان کے دست نگر رہیں گے۔ اسی پردیسی انتظام کی حمایت کرینگے۔ اور دیسی کلیسیا غلام کی غلام رہے گی اگرچہ پارلیمنٹ کیا کوئی آسمانی آواز بھی انکو اسکے خلاف کہے وہ اُس کی نہ سنیں گے۔ بے شک یہ مشکل فی الحقیقت ہماری راہ میں کھڑی ہے۔ اسکو کیسے دور کریں +

جے۔ علی بخش۔

مَنزِلِ مَقصُود

(بجواب مسٹر جلال الدین عنبر۔ مضمون صنعت و حرفت)

مسیحی کے گذشتہ نمبر میں ایک مضمون زیر عنوان "صنعت و حرفت" دیکھا۔ پڑھتے وقت نہایت مسرت حاصل ہوئی کہ جو ہمارے دل میں جوش زن تھا کسی اور کے خیالات میں بھی تطابق پیدا کر چکا ہے۔ جوں جوں پڑھتے تھے دل میں خوشی کی لہریں عجب تلاطم برپا کرتی تھیں۔ اور دل سے یہی صدا نکلتی تھی کہ ع

"ہاں ! ہاں !! بڑھے چلو"

مگر سچ ہے جو گرجتے ہیں برستے نہیں۔ خوشی و غمی پے درپے چلتی ہیں۔ اگر کسی

مرحلے طے کرنے سے راحت ملی ہے تو ذرا آگے چلکر رنج و محن کے سمندر میں غوطہ زن ہونا پڑتا ہے۔ ہم جب عنبر صاحب کے مضمون کے نمبر ۴ پر پہونچے تو بجائے اطمینان قلبی و مسرت دل کے الٹا رنج والم ہوا۔ دیکھئے آپکا پہلا شعر کس طرف لیجاتا ہے اور نمبر ۴ ہمیں کہاں پہونچاتا ہے ؎

خدا نے آجتک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جب بندہ نواز آپ کو یہ معلوم تھا تو پھر آپ نے اوروں کے پیچھے چلنے کی کیوں ترغیب دی۔ آپ کہتے ہیں کہ مشنری کالج تیار کریں۔ اشیا مہیا کریں۔ اور ہم یعنے مسیحی تعلیم حاصل کریں۔ اس سے یہ مراد ہوئی کہ مسیحی غیر مسیحیوں سے تعلق نہیں رکھ سکتے۔ چونکہ مشنری مسیحیت ہند میں لائے اور ہم مسیحی ہیں لہذا وہ ہماری ملکی مالی۔ اخلاقی۔ معاشرتی۔ تمدنی۔ غرضیکہ ہر پہلو کے ذمہ دار ہیں۔

جناب من: یہ زمانہ غفلت کا زمانہ نہیں۔ ہوشیاری و بیداری کا وقت ہے۔ کیا ہم افریقہ کے رہنے والے ہیں یا مراکو کے باشندے جو آپ ہمیں دیگر اقوام ہند سے علحدہ رکھنے پر آمادہ ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہم سب ہندی ہیں۔ آپ مشنریوں کے پیچھے کیوں پڑے ہیں۔ کیا اُنکے سوا ہمارا کام نہیں چلتا۔ ہمیں چاہئے کہ یک جہتی سے قومی عمارت کی تعمیر کریں۔ حضرت آپ ذرا غیروں کا دامن چھوڑکر اپنی قومی عمارت بنانے میں لگ جائیے۔ مشنری صاحبان ہم پر کافی احسان کر چکے ہیں۔ اور ہم بھی اُنکے مداح ہیں۔ مگر اپنی کامیابی کے لئے ہم اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہوں اور جب تک یہ نہ کرینگے۔ ہماری قوم زندہ نہ رہے گی۔ . . . .

اس وقت ہم بلحاظ خیالات کے کوہ ہمالیہ کی سب سے اونچی چوٹی "ماونٹ ایورسٹ" پر کھڑے ہیں جہاں سے دوربین آنکھیں تمام دنیا کی نظارہ بازی میں مصروف ہیں اور مشتاق نگاہیں یورپ۔ امریکہ اور جاپان کی عظیم الشان قومی عمارتیں دیکھ دیکھ کر عجلت سے لوٹتی ہیں اور اپنے ٹوٹے پھوٹے کہن سال جھونپڑے

حسرت خیز نظارے سے خاموش ہو جاتی ہیں۔

ہماری بڑھی ہوئی خواہشیں اس امر کی مقتضی ہیں کہ ہم بھی قومی عمارت کی تعمیر میں مصروف ہوں اپنا سارا سرمایۂ عقل و خرد اس پر صرف کرکے دوسری اقوام کی طرح راحت و آرام کی زندگی بسر کریں۔ مگر اپنی تنگ دستی۔ بے بضاعتی اور کم مائگی کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ "سونا جھونپڑوں میں اور خواب شیش محلوں کے" مایوسی کلیجہ مسل ڈالتی ہے اور جی چھوڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ لیکن ضمیر فوراً آواز دیتی ہے کہ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ جھونپڑی میں رہنے والے انسان ہی محل تک پہونچتے ہیں۔ حضرت خیال کریں اور عبث مشنریوں کے پیچھے نہ چلیں آپ اپنی حالت کو سنوار یئے۔ اہل مغرب اہل مشرق کی مدد نہیں کر سکتے آہستہ آہستہ ہم منزل مقصود تک پہونچ جائینگے۔

جہاں آج عظیم الشان وادیوں کا وجود ہے وہاں کف دست میدان اور کوہ و بیابان تھے۔ جو لوگ تہذیب و شائستگی کے لباس فاخرہ سے ملبوس ہیں وحشیوں کی طرح ننگے پھرا کرتے تھے۔ جو طرح طرح کے لذیذ اور نفیس کھانے ہاتھ سے نہیں بلکہ چھری کانٹے سے تناول کرتے ہیں جنگل کے گھاس پات پھل پھول پر گذارہ کرتے تھے جبکہ آج عالیشان کوٹھیوں اور آراستہ پیراستہ بنگلوں میں قیام ہے وہ درختوں کی کھو اور پہاڑوں کے غاروں میں سکونت رکھتے تھے۔ تو کیا عنبر صاحب ہندوستانی جو امتداد زمانے سے کمال سے زوال کیطرف آئے پھر کمال کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتے۔ اسکے کھنڈرات اسکی عظمت و قدامت کے شاہد حال ہیں ؏

"کھنڈر بتا رہے ہیں عالی مکان ہونگے"

جناب من! شاید آپ کے دل میں خطرہ ہو کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہندوستانی مسیحی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں۔ آپ خیال کرتے ہوں کے علم و تربیت کی ضرورت ہے سو ہمیں مشنریوں کی دُم پکڑنی لازمی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

وقت ہے کیا اور ہے کہاں؟ انسان وقت کا بنانے والا ہے۔ اگر کوئی کام کرلیا تو اسے وقت سے قرار دے دیا اور بس۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہم اپنی قومی عمارت ایک دم کھڑی نہیں کر سکتے۔ مگر جناب عنبر صاحب کیا آپ کو ایک انگریزی ضرب المثل کہ "روم ایک دن میں نہیں بنگیا تھا" یاد نہیں۔ اور ایک روم پر ہی کیا منحصر ہے ایک بڑے کام کے لئے بڑی مدت۔ بڑا وقت اور بڑی ہمت درکار ہے۔ قومی عمارت کا کام بڑا مشکل اور اہم ہے۔ ایک معمولی مکان کی تعمیر کے لئے کئی دِقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ روپیہ اور وقت کی ضرورت۔ ہمسایوں سے مشترکہ دیواروں کا جھگڑا۔ لائق مستری اور معماروں کی قلت۔ عمدہ اور مناسب مسالے کی فراہمی اور سب سے بڑھکر میونسپلٹی کا خوف جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ قومی عمارت بغیر کسی رُکاوٹ کے تعمیر ہوسکتی ہے وہ قانونِ قدرت سے بے خبر ہے۔ کشمکش اور جدوجہد کے بغیر کوئی کام انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ اور نہ کوئی مزاحمت کے بغیر اپنی منزلِ مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ یوروپ کو موجودہ ترقی صدیوں کی کوشش محنت و عرقریزی کے بعد حاصل ہوئی۔ صدہا جھگڑے ہوئے مدتوں خانہ جنگیاں رہیں۔ فرقوں کے فرقے غارت ہوگئے اور بادشاہ تک پھانسی چڑھائے گئے۔ اسطرح پے در پے قومی عمارت بنی ہے۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم قومی عمارت تعمیر کریں تو ہمیں مشکلات کو حل کرنے کیطرف متوجہ ہونا چاہئے نہ کہ مصائب سے خوف زدہ ہوکر حصولِ مدعا سے گریز۔

ہمیں تو اس بات کا فخر ہے کہ ہم ہندی ہیں آجکل جبکہ ہندو و مسلمان اس جدو جہد میں ہیں کہ اپنی قوم کو اعلیٰ معراج پہ پہونچائیں تو ہم مسیحی کیوں غیروں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ کیا ہمارے دل میں ترقی کا احساس نہیں۔ کیا ہم ہمیشہ مشنریوں کے پھندے میں رہیں گے۔ ہمیں غیر مسیحیوں کے ساتھ قدم بقدم چلنا چاہئے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہندوستان شجاعت میں یکتائے عالم رہا ہے۔ ہندوستان نے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

ہمیشہ مرنجاں مرنج پالسی رکھی ہے۔ ابتدا سے مستغنی المزاج ہے۔ دوسرے ملکوں نے جب ذرا ہوش سنبھالا دوسروں کو بیہوشی کا دانہ کھلایا۔ جب بدن میں طاقت آئی۔ کمزوروں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ لیکن ہندوستان نے جبکہ وہ عروج پر تھا اسکے عظمت و جلال کی دھاک دنیا میں تھی۔ اسکا ایک ایک بہادر فرزند دنیا کو فتح کرسکتا تھا۔ غریبوں کو ستانا۔ کمزوروں پر ہاتھ اُٹھانا گناہِ عظیم سمجھا۔ جو کوئی دشمن بنکر آیا اُسکا دوستوں کی طرح خیر مقدم کیا اور کہا ؎

بے حجابانہ در آ از درِ کاشانۂ ما
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانۂ ما

میں مسٹر عنبر کے ساتھ بالکل متفق ہوں کہ ہم فی الحال کمزور ہوں ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی ہے۔ مگر یہ بات کبھی نہ ہوگا کہ مشنری ہماری ترقی کے ذمہ وار ہیں۔ اس وقت صرف بہت کوشش اور محنت کی ضرورت ہے ہمیں اس کارِ اہم کے لئے ہر طرح سے مستعد اور مکمل ہونا چاہیئے۔ اور اسوقت سب کو انجنیئر ہی نہیں بننا چاہیئے بلکہ معماروں۔ نجاروں۔ مزدوروں ہتھوں کی امداد کی ضرورت ہے۔ زیادہ تفصیل اسطرح ہوسکتی ہے کہ ہر ایک کو پولیٹیکل ریفارمر ہی نہیں بننا چاہیئے مختلف صیغوں اور لائنوں پر کام کرنا نہایت ضروری ہے۔ ضرورت ہے کہ بہت سے اُلوالعزم مدبر اور ریفارمر اشاعت تعلیم کا بیڑا اُٹھائیں۔ ضرورت ہے کہ صادق محبانِ وطن "اتفاق و اتحاد" کو ترقی دیں۔ ضرورت ہے کہ روشن خیال صاحب اثر انسان سوشیل اصلاح کیطرف متوجہ ہوں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے مالی مسائل سے آگاہ صنعت و تجارت کے سوال کو حل کریں۔ غرضیکہ ہماری ضروریات بہت ہیں ان کا کہانتک بیان ہوسکے

یک دل و خیل آرزو و تن بہ کجا کجا برم
سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہم

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

اسطرح ہم اپنی منزلِ مقصود کی راہ لیں گے جو راہ آپ بتا رہے ہیں۔ اس سے کنارِ عافیت پر پہونچنا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ مسیحی خود مختار ہوں۔ ہمنے خود کو دیگر اقوام سے علحدہ کرلیا۔ ہم یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ گویا ہم غیر قوم ہیں۔ مذہب کا قومیت سے کوئی تعلق نہیں مذہب کچھ سکھاتا ہے اور قومیت کچھ۔ بقول اقبال ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپسمیں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یہاں تو حب الوطنی کا ذکر ہے مگر شکر کا مقام ہے کہ ہم حب وطن کی عالمگیر طاقت سے محروم نہیں اگر ہماری قوم میں یکجہتی ہوتی اور اسمیں غیرت کا احساس ہوتا تو ہم بھی ایک اعلیٰ جگہ پر ہوتے ہندو و مسلمان ہیں کیوں علحدہ رکھتے ہیں؟ اسواسطے کہ کئی اشخاص یہ کہتے ہیں کہ "مشنری ہماری ترقی کے ذمہ وار ہیں" ہمیں چاہیئے کہ عمومیت میں چلیں یعنے سب ہندی ہیں سب بھائی ہیں سب کا مال مشترکہ ہے۔ اگر آپ نے اپنی قوم کا بوجھ اپنے شانوں پر اٹھاکر ایک غیر قوم کے حوالے کردیا تو اس عقل و ہمت پر مرحبا ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد

اے برادران! ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو دنیا کی دوسری قومیں کہاں ہیں اور ہم کہاں پڑے ہیں؟ ہم مشترکہ کوششوں ہی سے اُنکے برابر ہوسکیں گے۔ مگر جبتک ان اختلافات کا خاتمہ نہیں ہوتا کبھی کامیابی ممکن نہیں۔ آؤ ملکر محبت سے پیار سے منزل مقصود کی راہ لیں ؎

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

والسلام۔ پی۔ ابن بھنوت از اجنالہ۔ ضلع امرتسر

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

یرمیاہ نبی

(از ڈاکٹر۔ ایچ۔ او۔ ناصر صاحب۔ ناصرگنج)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انبیاء میں سے کون نبی سب سے زیادہ ہمارے خداوند سے مشابہ تھا تو بائبل کا مطالعہ کرنے والے اغلباً یہ جواب دیں گے کہ وہ یرمیاہ تھا۔ اس نبی کا حال گو کتاب مقدس میں مختصراً پایا جاتا ہے تو بھی اُسکی غمزدہ شخصیت کافی طور پر نمایاں ہے اور اُسکے دونوں صحیفوں کے پڑھنے سے بعض ایسی صفات کی جھلک اُن میں دکھائی دیتی ہے جو مسیح کی ذات میں کامل طور پر موجود تھیں۔

یسعیاہ نبی کے ایام میں اسرائیل کے لئے دو رستے کُھلے تھے یا تو وہ بُت پرستی کے قعر میں گر جا سکتے تھے یا خدا پرستی کی سطح مرتفع پر کھڑے ہو سکتے تھے۔ مگر ڈیڑھ سو برس کے بعد یرمیاہ نبی کے دنوں میں اُنکی حالت ایسی پست ہو چکی تھی کہ اُنکے لئے اُٹھنا محال ہو گیا تھا۔ اپنے آخری تین بادشاہوں کے زمانے میں وہ بُت پرستی کے جال میں بہت بُری طرح سے پھنس گئے تھے۔ اُنکی ہیکل غیر اقوام کے معبودوں کا مندر بنگئی تھی۔ اُنہی ایام میں یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کو شاہ بابل بنوکدنضر نے تین برس تک باجگزار رکھا۔ پھر اُسکے جانشین یہویکین کو بنوکدنضر معہ اُسکے اُمرا اور دیگر معززین اور اہل حرفت رعایا کے اسیر کر کے لے گیا۔ اور آخر شاہ صدقیاہ کو بنوکدنضر نے گرفتار کر کے نہایت ذلیل کیا۔ اور یروسلم اور اُسکی ہیکل کو برباد کر دیا۔ یہی اسرائیل کی شکستہ اور خستہ حالی کا وہ زمانہ تھا جسمیں یرمیاہ نے مبعوث ہو کر اسرائیل اور اُسکے بادشاہوں کو اپنا پیغام سُنایا۔ یرمیاہ کے دل میں اپنے ملک اور قوم کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ اپنے ہموطنوں کی سیاہ بختی اور ادبار کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتا اور غم کھاتا تھا۔ اور اُسکو

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

مجبوراً انہیں آنے والی تکلیفوں اور آفات کی نسبت آگاہ کرنا پڑا۔ اُس نے اسرائیل کو سمجھایا کہ حملہ آور بادشاہ بابل کا مقابلہ نہ کریں بلکہ اُسکو خدا کی طرف سے قسمت کا نوشتہ سمجھکر اُسکی اطاعت اختیار کریں۔ اس قسم کے کلمات کو سُنکر لوگ نہایت غصے سے اُسپر لپکے اور اُسپر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے ملک کے دشمنوں کی طرفداری اور حمایت کرتا ہے۔ شاہ یہویقیم نے بھی طیش میں آکر اس طومار کو جس میں یرمیاہ نے خداوند کی باتیں لکھی تھیں چھری سے کاٹ ڈالا۔ اور ٹکڑوں کو آگ میں جلادیا۔ یرمیاہ نے ایک اور طومار لیکر اُس میں اُس اول طومار کی باتیں دوبارہ لکھوائیں۔ پھر چند آتش مزاج آدمیوں نے اُسے پکڑکر ایک اندھے کنوئیں میں ڈالدیا جس میں کیچڑ تھی۔ یرمیاہ اُس تاریک خندق میں دھس گیا اور سخت تکلیف میں خدا خدا کرکے وقت کاٹتا تھا۔ مگر اُسکا دلی عذاب اس جسمانی تکلیف سے کہیں بڑھ کر تھا۔ کیونکہ وہ محب الوطن ہوکر اپنے ملک اور قوم کا بدخواہ سمجھا جاتا تھا۔ ایسے حالات میں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ اپنی پیدائش کے دن پر لعنت بھیجتا ہے۔

یرمیاہ کے مُنہ کو خدا نے چھوا تھا۔ اور اپنی باتیں اُسکے مُنہ میں ڈالی تھیں۔ اسی وجہ سے وہ نہایت دلیر اور بے خوف تھا۔ جب اُس نے ہیکل کے صحن میں کھڑے ہوکر ساری قوم کو اُنکی بُت پرستی اور بدکاریوں کے لئے ملامت کی تو بجائے اُسکی نصیحت پر عمل کرنیکے کاہنوں اور نبیوں اور ساری قوم نے اُسے پکڑکر کہا کہ تو یقیناً قتل کیا جائیگا۔ مگر خدا نے اُنکی تدبیر کو باطل کرکے اُسے اُنکے ہاتھ سے بچا لیا۔ پھر ایک اور موقعہ پر جب وہ یروسلم سے نکل گیا تھا ایک جمعدار نے اُسے یہ کہکر پکڑ لیا کہ تو کسدیوں کی طرف بھاگا جاتا ہے۔ مگر اس نے انکار کیا۔ جمعدار نے اُسکی بات کا یقین نہ کیا اور اُسے سرداروں کے پاس لے گیا۔ سرداروں نے یرمیاہ کو مارا اور ایک مکان میں قید کردیا۔ جب صدقیاہ بادشاہ نے اُسے قید خانے سے نکلوا کر اُس سے دریافت کیا کہ خداوند کی

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

طرف سے کوئی کلام ہے تو اس نے بجائے بادشاہ کو اچھی اچھی باتوں سے خوش کرنے کے صاف صاف کہا کہ تو بابل کے بادشاہ کے ہاتھ میں حوالے کیا جائیگا بعدازاں بادشاہ نے اُسکی درخواست پر اُسے کسی دوسرے قید خانے میں بند کروا دیا جہاں اُسکو کسیقدر آرام ملا۔

یرمیاہ گو افسردہ خاطر اور غمزدہ رہتا تھا تو بھی اُسے یقین تھا کہ ان آفات اور مصائب کے بعد چھٹکارے کا وقت آئیگا۔ اول اول تو وہ اسرائیل اور اُسکے بادشاہ کو سمجھاتا رہا کہ شاہ بابل کی اطاعت اختیار کرلے مگر جب بنوکدنضر نے اُن پر نہایت سختی کی اور انکی اسیری کا وقت آگیا تو وہ لوگوں کو حوصلہ دلاتا رہا کہ یہ اسیری ابد تک نہ رہیگی۔ بلکہ وہ ستر برس کے بعد واپس اپنے ملک میں آئینگے۔ اور اس بات کے ثبوت میں کہ وہ فی الحقیقت لوٹ آکر پھر اپنے گھروں میں آباد ہونگے اُس نے اپنے چچازاد بھائی سے ایک کھیت مول لیکر قبالہ لکھدیا اور اُسپر مُہر کردی۔ اُس نے باربار یہ پیغام سنایا کہ وہ دن آنیوالا ہے جب خدا انکی بدکاریوں کو معاف کریگا۔ بلکہ وہ اُس بحالی کے مبارک زمانے کو دور سے دیکھکر وجد میں آجاتا ہے جسمیں اُس اُجڑے دیار میں عدالت اور صداقت کا عمل ہوگا۔ اور یہوداہ نجات پائیگا اور یروشلم سلامتی سے سکونت کریگا۔ وہ اُس صداقت کی شاخ کو جو داؤد کے لئے پھُوٹیگی "خداوند ہماری صداقت" نام دیتا ہے۔ یہ ایک عجیب اور نادر بات ہے جو کبھی دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی کہ ایک اُولوالعزم نبی اپنے مذہب کا جو منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ اور فخر رکھتا تھا ناکافی سمجھکر ایک ایسے مذہب کا اعلان کرتا ہے جو اس سے فائق اور بالاتر ہوگا۔ وہ مسیح کے مذہب کو دھندلے طور پر دیکھکر یوحنا بپتسمہ دینے والے کے ساتھ ہمزبان ہوکر پکار اُٹھتا ہے کہ "ضرور ہے کہ وہ بڑھے اور میں گھٹوں"۔ وہ ایسے وقت کا منتظر تھا جب روح القدس ایک نیا دل اسرائیل کے اندر پیدا کریگی۔ اور خدا اسرائیل سے

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

ایک نیا عہد باندھیگا - قابل لحاظ ہے کہ یہ محاورہ (نیا عہد) سب سے پہلے یرمیاہ نے استعمال کیا۔

یرمیاہ کے آخری ایام تکلیف اور مصیبت کے دن تھے۔ جب بنوکدنضر نے عرصۂ دراز کے محاصرے کے بعد یروسلم کو سر کر لیا تو اُس نے شاہی محل اور لوگوں کے گھروں کو آگ سے جلادیا اور یروسلم کی دیواروں کو منہدم کر دیا۔ جس ہیکل میں یرمیاہ بطور کاہن کے خدمت کیا کرتا تھا۔ وہی شاندار ہیکل آج اُسکی نظروں کے سامنے پتھروں کا انبار اور خاک کا تودہ بنگئی ہے۔ جبکہ بنوکدنضر نے صدقیاہ بادشاہ کے بیٹوں کو قتل کیا اور اُسکی آنکھیں نکلوا کر اور اُس کو پیتل کی زنجیروں سے جکڑ کر بابل کو روانہ کیا اور باقی لوگوں کو اسیر کرکے لے گیا تو اس نے یرمیاہ پر خاص مہربانی کرکے اُس کو اجازت دی کہ اگر وہ چاہے تو بابل کو جائے اور اگر اُس کی مرضی ہو تو اپنے ملک میں رہ جائے۔ یرمیاہ کی حب الوطنی نے گوارا نہ کیا کہ اپنے ویران وطن کو چھوڑ کر غیر علاقہ کے ایک عالیشان شہر میں بود و باش اختیار کرے۔ سو وہ یروسلم ہی میں رہا اور اس نے اپنا نوحہ غالباً اُنہی ایام میں لکھا۔ پھر جب کنعان کا کلدی حاکم قتل کیا گیا تو اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ اس خوف سے کہ مبادا اُس قتل کا قصاص اُن سے لیا جائے ملک مصر کو بھاگ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ یرمیاہ اُنکو وہاں جانے سے منع کرتا رہا۔ مگر اُنہوں نے نہ مانا۔ اور آخر وہ بہت سے لوگوں کو جنمیں یرمیاہ بھی شامل تھا ہمراہ لیکر مصر میں چلے گئے۔ یرمیاہ وہاں بھی اپنی قوم کو آنیوالی آفات سے آگاہ کرتا اور نصیحت کرتا رہا کہ بت پرستی کو ترک کرکے خدا کی پیروی کرو۔ ایک یہودی روایت ہے کہ وہ اپنی اس ناخوشگوار خدمت کے سبب سے مصر ہی میں قتل کیا گیا۔ وہ آخر تک اُس آنیوالے مبارک زمانہ کی منادی کرتا رہا جو یہودی نبوت کا گویا سلیح تھا۔ اِسی خدمت کی پاداش میں اُس نے اپنے ملک کے تندمزاج قوم پرستوں اور جھوٹے نبیوں سے حد درجہ کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اسطور پر وہ نہ فقط یوحنا بپتسمہ دینے والے کی طرح آنیوالے مسیح کا پیشرو تھا بلکہ اپنی بے دھڑک ملامتوں اور صاف گوئی

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

کے سبب سے اپنی قوم کے ہاتھ سے دکھ تکلیف سہنے میں وہ خود مسیح کا نمونہ تھا۔

آخر میں یہ سوال دلچسپی سے خالی نہیں کہ یرمیاہ کیوں ہمیشہ غمزدہ اور افسردہ خاطر رہتا تھا۔ سٹینس صاحب کا خیال ہے کہ اسکی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اپنی قوم پر خدا کا قہر نازل ہونے سے گھبراتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ قوم اپنی بدکرداریوں اور بت پرستی کے سبب سے خدا کے غضب کی مستوجب بنی ہوئی تھی مگر باوجود اسکے یرمیاہ شاہِ بابل کو خدا کا خادم اور اسکے حملوں کو خدا کی طرف سے سمجھکر خوشی سے اسکو قبول کرتا ہے پھر وہ اُن تکالیف اور آفات کے باعث بھی دلگیر نہیں تھا جو خاص اسکی ذات کے ساتھ واسطہ رکھتی تھیں۔ اُسکی زندگی شروع سے آخر تک مصیبتوں سے بھری ہوئی تھی مگر وہ تاریک ایام میں بھی اسرائیل کی آیندہ خوشحالی کے زمانے کو بڑی اُمید کے ساتھ دیکھتا تھا۔ اور پھر وہ اپنے کسی گناہ یا خطا کے سبب سے اُداس نہیں رہتا تھا۔ اسکو خدا نے بچپن ہی سے چن لیا تھا۔ کوئی گناہ اُسکے آئینۂ دل کو مکدر کرنیوالا نہ تھا۔ اُسکا قلب آسمانی اطمینان سے معمور تھا۔ اگر یہ تینوں قیاس اُسکے غمزدہ رہنے کے اسباب نہ تھے تو پھر وہ کونسا بوجھ تھا جو اُسکے دل کو دبائے ہوئے تھا۔ اُسکے غم کا مخرج اُسکے اپنے اندر تھا۔ وہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ کھڑا کرکے اُسی کی نظر سے اپنی قوم کی گناہ آلودہ حالت کو دیکھتا تھا۔ اُسکا دل ہر وقت خدا کے لئے ہمدردی سے پُر تھا۔ گویا وہ یہ کہتا تھا کہ اگر میں خدا کی جگہ کائنات کے تخت پر متمکن ہوتا تو اپنی اس پیاری سرزمین کی خستہ حالت کو دیکھکر میرے دل میں وہی احساس ہوتا جو محبت کرنیوالے شوہر کا اپنی بے وفا بیوی کے لئے ہوا کرتا ہے۔ یسعیاہ نبی بھی ہمدرد تھا مگر وہ اپنے آپ کو عوام کی جگہ کھڑا کرکے ایسی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے جو انسان کو انسان سے ہوتی ہے۔ مگر یرمیاہ اپنے تئیں خدا کی جگہ رکھکر ایسی ہمدردی کرتا ہے جو انسان کو خدا سے ہو سکتی ہے۔ وہ گویا خدا کے دلی رنج میں اُسپر ترس کھاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ مغموم اور اُداس رہتا تھا۔

(ناصر)

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

پہیلیاں اور لطیفے

ناظرین با تمکین: اب تو ہمارے ہندوستان کا باوا آدم ہی بدل گیا ہے، مگر آج سے ۲۵۔۳۰ برس پہلے شریفوں کے گھروں میں عام رواج تھا کہ رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد دادا دادی نانا نانی یا بچوں کے ماں باپ اکثر عجیب کہانیاں لطیفے پہیلیاں اور چٹکلے سنایا کرتے تھے جن سے باتوں باتوں میں عقل و تمیز بڑھتی تھی اور ذہن بہت کھلتا تھا۔ زباندانی بڑھتی تھی۔ شعر و شاعری مرد کیا عورت تک کر سکتے تھے۔ افسوس کہ ان دنوں میں پیٹ کا دھندا ایسا بڑھا ہے کہ لوگوں کو دم لینے اور سر کھجلانے تک کی بھی فرصت نہیں۔ ہم اپنے شائقین کو تھوڑی دیر کے لئے اسی سنہری زمانے میں لے جاتے ہیں۔ آئیے حضرت پہیلیاں بوجھئے اور ان کا پھل پہلے آپ بتانے کی کوشش کیجئے پھر مسیحی سے مدد لیجئے۔

۱۔ رات سمے اِک میوہ آیا | پھولوں پاتوں سب کو بھایا
پانی دیئے وہ جائے سوکھ | آگ دیئے دکھلائے روپ

اَتا پتا۔ ایک پھل کا نام ہے۔ پھل۔ انار (آتشبازی)

۲۔ پہیلی ہے پر بے سُن کی نہیں بنائے ہیں | کھانے کی وہ چیز نہیں پر کھاتے ہیں

اَتا پتا۔ دنیا میں سب کو اسکی ضرورت ہے۔ پھل۔ اشرفی

۳۔ چار چکل چلیں دو دو ڈل بلیں | آگے سانپ چلے پیچھے سوپ چل چلے

اَتا پتا۔ ایک جانور کا نام ہے۔ پھل۔ ہاتھی۔

۴۔ کڑ کڑ کڑیاں۔ لوہے جڑیاں | کوک مار پہاڑوں چڑھیاں

اَتا پتا۔ ہر سپاہی کے پاس ہوتی ہے۔ پھل۔ بندوق

۵۔ ایک نار نیرنگی چنگی سب کو رنگ دکھائے | مردوں سے کبڈی کھیلے عورتوں کو ڈرا دے

اَتا پتا۔ فوج کے لوگ رکھتے ہیں۔ پھل۔ تلوار

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

۹- لگ لگ کہو تو نہ لگے مت لگ کہو لگ جائے | اگیانی ہو تو سوچکر اسکا پھل بتلائے
آنا پتا - ہر آدمی کے پاس ہے۔ پھل - ہونٹ
(ایڈیٹر)

لطیفہ - ا- شہر دہلی میں کوئی صاحب جوتے والے کی دوکان پر گئے تاکہ کوئی عمدہ نری کا جوتا خرید لائیں۔ دوکاندار نے ہر قسم کے عمدہ عمدہ جوڑے بہت سے نکالکر دکھائے مگر ان حضرت کو ذرا پسند نہ آئے۔ جو ایک آدھ پسند آیا اُسکی قیمت پر جھگڑا ہو گیا سودا نہ بنا۔ آخر چل دیئے۔ یہ دیکھکر دوکاندار جل بھن کے کباب ہو گیا۔ دل میں کہنے لگا۔ خوب۔ مرغی اپنی جان سے گئی کھانیوالے کو مزہ نہ آیا۔ خیر۔ اب ان سے دو دو چونچیں کرنی چاہئیں اور نہیں تو ایک آدھ چٹکلا ہی سہی - خریدار سے کہا۔ جناب! یہ کیا بات ہے اتنے جوتے پڑے ہیں پھر بازار کے بھاؤ مگر آپ کو ایک بھی پسند نہ آیا۔
خریدار بھی ماشاءاللہ بڑا حاضر جواب تھا بولا۔ صاحب! کوئی دو آنے کوئی چار آنے جوتا کھاتا ہے۔ آپ تو دو پیہ جوتا کھاتے ہیں بھلا سودا کیسے بنے۔

۲- ایک کنجوس مکھی چوس حاتم کی قبر پر لات مارکر ہر روز رات کو دو پیسے کا دودھ پی کر سخت فضول خرچی کرتا تھا۔ ایک دن حسب معمول نوکر کو ٹکا دیا کہ جاؤ گرم دودھ میٹھا لے آؤ۔ نوکر بھی کوئی نمک حلال تھا۔ دودھ لئے آتا تھا کہ رستے میں تلاؤ آیا۔ نوکر نے آدھا دودھ تو آپ چڑھایا۔ باقی میں تلاؤ کا پانی ملا دیا۔ رات تھی اندھیری نوکر کو کچھ دکھائی تو دیا نہیں پانی کے ساتھ چھوٹا سا مینڈک بھی دودھ میں آ گیا۔
مالک جو لگا دودھ پینے کیا دیکھتا ہے کہ مینڈک پڑا تیر رہا ہے۔ غصے سے لال پیلا ہو کر بولا۔ نے نابکار۔ اس میں تو مینڈک ہے۔ نوکر نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ مہاراج گستاخی معاف۔ دو پیسے کے دودھ میں مینڈک نہ ہوگا تو کیا ہاتھی گھوڑے ہوں گے۔

۳- ایک گورکھا سرکاری فوج میں بڑا افسر تھا۔ لکھنا پڑھنا الف کے نام بے نہ آتا تھا

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

اُنہوں نے ایک خط بہ کارِ سرکار اپنے منشی سے لکھوایا۔ بھیجنے سے پہلے منشی سے کہا "منشی جی ذرا کھت پڑھ کر تو سنا دو۔" منشی نے کہا بہت اچھا حضور۔ خط پڑھ کر سنایا۔ شروع سے آخر تک بہت غور سے سنا ختم پر لفظ فدوی اور بعد میں افسر کا نام آیا۔ آپ نے کان کھڑے کرکے فرمایا۔" ہیں منشی جی یہ بھدوی کیا لکھ دیا۔" منشی نے کہا جناب عالی بالکل درست ہے۔ آپ نے کہا۔" نہیں! نہیں! درست کیسے ہے ہم کوئی بھدوی ہیں۔" منشی نے پھر ادب سے کہا جناب فدوی ہی سرکاری خطوں میں لکھا جاتا ہے۔ افسر بولے" سچی منشی جی تمہارا سارا خط ہماری سمجھ میں آیا مگر بھدوی بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔" منشی نے کہا حضور قاعدہ ہے کہ جب کسی کو خط لکھتے ہیں تو ازراہِ انکساری و کسرِ نفسی مکتوب الیہ کو بڑا بنا کر اپنے کو چھوٹا جتا کر فدوی لکھا کرتے ہیں۔ افسر نے کہا۔" اوہو۔ یہ بات ہے تو ہمکو بھدوا لکھو بھدوی مت لکھو۔ ہم کوئی عورت نہیں ہیں۔ جیسے گدھی گدہا۔ گھوڑی گھوڑا۔ ویسے ہی بھدوی بھدوا۔" یہ قاعدہ فوج والوں کو اتنا پسند آیا کہ سب نے اپنی گریمر کی کتابوں میں لکھ لیا۔

۳۔ ایک وکیل نے انگریزی کوٹ پتلون میں اپنی تصویر کھچوائی اور اپنے دفتر میں رکھ دی۔ جو وہاں آتا یہ وکیل اوبدا کر اپنی فوٹو اُسے دکھاتا۔ جو دیکھتا ازراہ خوشامد اُسکی بڑی تعریف کرتے کہ کیا کہنے ہیں۔ یہ نقل مطابق اصل کے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وکیل صاحب نے اب جرح کی۔ اب جرح کی۔ واللہ۔ "کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا۔" وکیل صاحب سنکر خوب مونچھوں پر تاؤ دیتے اور کمرے میں پینترے بدلتے۔

ایک دن وکیل صاحب یہی تصویر چند موکلوں کو دکھا کر تعریفوں کے پھول چن رہے تھے کہ ایک پٹھان جسکا اُسی روز وکیل صاحب نے مقدمہ ہارا آئے تھے آیا۔ تصویر دیکھنے لگا۔ لوگوں نے کہا دیکھو کیسی سچی تصویر آئی ہے۔ پٹھان نے کہا سچی کہاں ہے بالکل جھوٹی ہے۔ اُنہوں نے کہا وہ کیسے

TheMasihiLahoreAugust1924

پٹھان بولا۔ وکیل صاحب کے ہاتھ کہاں ہیں دیکھا۔ اُنہوں نے کہا دیکھتے نہیں اپنی جیب میں ہیں اور کہاں ہیں۔ پٹھان نے کہا۔ بس جب ہی تو تصویر جھوٹی ہے۔ وکیل صاحب کے ہاتھ اپنی جیب میں نہیں اوروں کی جیب میں ہونے چاہئیں۔ مجھے اسبات کا خوب علم ہے۔ مقدمہ ہار کر سیکڑوں روپیہ کھو کر یہ بات سیکھی ہے۔

۴۔ ایک چور کسی فقیر کی جھونپڑی میں گیا اور لگا اِدھر اُدھر ڈھونڈھنے کہ کچھ ملے تو لے اُڑوں۔ مگر کچھ نظر نہ آیا۔ فقیر کی آنکھ کھل گئی۔ چور سے کہا۔ بھائی مجھے دن دہاڑے یہاں کبھی کچھ نظر نہیں آیا تمہیں اندھیری رات میں کیا خاک دکھائی دیگا۔

(ایڈیٹر)

خبریں

ہمارے مہربان نتھا سنگھ صاحب لائل ساکن لائلپور نے پانچ روپے کا عطیہ مسیحی کو عنایت فرمایا ہے۔ ہم آپ کے نہایت مشکور ہیں۔

مسٹر ایڈروحی الدین ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ آفس جہلم اور مسٹر دشیفن کرم سنگھ سپرنٹنڈنٹ دفتر انسپکٹر جنرل پولیس پنجاب کو سرکار دولتمدار نے حسن خدمات کے صلے میں سونے کا تمغہ عنایت فرما کر مسیحی قوم کو فخر بخشا ہے۔ امید ہے صاحبان موصوف اور زیادہ عزت اور قدر گورنمنٹ کی نظروں میں حاصل کرینگے۔ اور دیگر مسیحی افسران بھی اس قسم کے اعزاز حاصل کرنیکی کوشش کرینگے۔ مسیحی کی طرف سے ہر دو صاحبان کو شاہنشاہ معظم کی طرف سے آئی۔ ایس۔ او کا اعزازی تمغہ ملنے پر مبارکباد۔

ناظرین رسالہ اور نولکھا پاسٹریٹ کے ممبران اس خبر مسرت اثر کو سنکر بہت خوش ہوں گے کہ نولکھے کی کلیسیا کے پاسٹر پادری ایڈ ورڈ ٹھاکرداس صاحب

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

بی۔ اے نے جو پاسٹریٹ کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے امریکہ گئے تھے امتحان ایم۔ اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اور اب انکا ارادہ ہے کہ چھ ماہ اور امریکہ رہکر وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرکے اہل امریکہ کو ہندوستان کا لوہا منوا دیں اور وہاں کے مسیحیوں کو روحانی فائدہ پہونچائیں۔

عالیجناب کنور رگھبیر سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ سے لدھیانے تبدیل ہوکر ساتھ ہی اپنے عہدہ میں مستقل ہو گئے ہیں۔ صاحب موصوف کو مبارک اور لدھیانے کو نئے نیک دل مسیحی صاحب ڈپٹی کمشنر سلامت ہو

انتقال پُر ملال

افسوس کہ ڈاکٹر ایچ۔ سی گھوش صاحب تین ماہ بیمار رہ کر ۱۹ جولائی کو قریباً ۵۰ برس کی عمر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ بڑے نرم دل اور مہربان تھے۔ سیکڑوں مریضوں کو انکے دست مبارک نے شفا دی آپ گوڑگاؤں۔ لائل پور وغیرہ میں اسسٹنٹ سرجن رہے اور بعد میں کرنال کنڈیاں وغیرہ میں قائم مقام سول سرجن رہکر ۱۹۲۰ء میں سینئر اسسٹنٹ سرجن کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اور اب تین سال سے لاہور میں مقیم تھے۔ اور مسیحیوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ ماہ مئی میں آپ کو درد گردہ اور دل کی شکایت شروع ہوئی۔ افسوس کہ مرض بڑھتا گیا اور آخر کار ہفتے کے روز ڈھائی بجے دن کے ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا آپ نے چھوڑے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ سب برسر روزگار اور جوان ہیں۔ پانچوں بھائیوں نے آپ کے مرنے کا بڑا صدمہ اٹھایا ہے۔ خداوند کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ پسماندگان کو صبر جمیل عنایت کرے۔

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

TheMasihiLahoreAugust1924

ایک کو جمائی لیتے دیکھکر اوروں کیوں جمائی آتی ہے؟

ہر انسان کی پہلی اور اشد ضرورت سانس لینا ہے۔ جمائی دراصل ایک خوب گہرا سانس ہے۔ عام طور پر ہم جمائی اس وجہ سے لیتے ہیں کہ کسی نہ کسی وجہ سے خواہ بے مزگی اور تھکن کے باعث خواہ بیماری کے کارن ہمارے سانس میں فرق اور کمی آجاتی ہے۔ جمائی اس کمی کو پورا کرنیکے لئے قدرت نے علاج مقرر کر دیا ہے۔

آج کل تو ہر شخص اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ ایک آدمی کے خیال کا اثر دوسرے کے خیالات پر بن کہے بھی پڑ سکتا ہے۔ مثلاً ایک لڑکا بیٹھا چٹ پٹے کچالو نیمبو نچوڑ کر کھاتا ہے تو اسے دیکھکر دوسرے کے منہ میں خواہ مخواہ پانی بھر آتا ہے۔ فوج کا ایک آدمی ڈر کر بھاگنے لگے تو ساری فوج خوف کے مارے دُم دبا کر بھاگ جاتی ہے۔ ع

"روزِ میداں آں کہ بگریزد بخونِ لشکرے"

اسی طرح ناچ رنگ طفل کھیل تماشے کی محفل میں جائیں تو مجال ہے ہولی کے مسخرے نہ بن جائیں۔ ہنس مکھوں خوش دلوں سے ملو جلو تو آپ سے آپ ہنسی دل لگی کو دل چاہتا ہے۔ خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ؎

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے — ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے

اور جو روتے گئے وہ مردوں کی خبر لائے۔ غمگین لوگوں میں جاؤ تو بھلا غمگین کیونکر نہ ہو۔ ع "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"۔ دو دوست پاس بیٹھے ہیں اور ایک دوست کسی خیال میں غرق ہے اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہی خیال دوسرے دوست کے دل میں آرہا ہے۔ جب ایک دوسرے پر ظاہر کرتے ہیں تو بڑے حیران ہوتے ہیں۔ ان مثالوں سے یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے ذہن سے بات دوسرے کے ذہن میں بہت زیادہ آسانی سے اسوقت داخل ہوتی ہے جب کہ وہ خیال ضروریات انسانی کے لوازمات زندگی میں سے ہو یا اسکے لگ بھگ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خوف استقدر متعدی ہوتا ہے کہ اگر ریوڑ میں سے ایک بھاگا تو بعد کو سارا ریوڑ ڈر کر ادھر ادھر بھاگنے لگتا ہے۔ اسیطرح جمائی خیالات کے ذریعے ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔

نام میرا سنکے مجنوں کو جمائی آگئی — بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا۔ +

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

کاپی لوٹل

ایک نہایت حکمی اور مجرب دوائی ہے جو ناسور - دملی - سنگی اور شرقی پھوڑوں - بواسیر خارش - کھجلی - پتی - انگلیوں کی کور پک جانے زخم و ضرب وغیرہ وغیرہ کے لئے اکسیر کا اثر رکھتی ہے - سینکڑوں مریض اس نایاب مرہم سے شفایاب ہو چکے ہیں فوراً خرید فرمائیں ۔

سپلینکی یا تلی صفاچٹ

یہ عجیب و غریب دوا ہر قسم کی بڑھی ہوئی تلی کو گھٹانے - سستی جگر اور صفرا اور ایام بیماری میں جو دورہ رہتا ہے اسے دور کرنے کی ایسی لاثانی نہیں رکھتی - یہ دوا ہر گھر میں موجود رہنی چاہئیے ضرور خرید فرمائیں ۔

المشتہر

پی - بی - بسٹن اینڈ سنز کیمسٹ ، ۳ نکلسن روڈ لاہور

کرسچن میوچوایل پروویڈنٹ فنڈ لمیٹڈ لاہور

مسیحیوں کا اپنا بیمہ فنڈ ہے - جس میں ہر قوم و ملت و فرقہ کے مسیحیوں کا بیمہ کیا جاتا ہے منافع کے مالک بھی ممبران ہی ہیں - سابقہ ویلیوایشن (مالیت) پانچ سالہ میں فنڈ کو بیس ہزار روپیہ کا منافع ہوا - اخراجات بہت ہی کم رکھے گئے ہیں - حتیٰ کہ ڈائرکٹران فنڈ بلا معاوضہ خدمت انجام دے رہے ہیں - بیواؤں - یتیموں کیلئے پنشن - بچوں کے لئے تعلیمی وظائف بڑھاپے کے لئے پنشن - کم حیثیت اشخاص کے لئے چار آنہ ماہوار تک بیمہ کیا جاتا ہے - رقم چندہ مقابلۃً بہت کم رکھی گئی ہیں - پونے دو لاکھ روپیہ پنشنوں اور رقوم حقوق میں ادا کیا جا چکا ہے - سرمایہ تقریباً پونے چار لاکھ - زر ضمانت ایک لاکھ تیس ہزار سرکار میں جمع ہے - ہر شہر اور قصبہ میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے - مفصل حالات کیلئے ذیل کے پتہ پر لکھیں:-

فیلڈ سکرٹری کرسچن میوچوایل پروویڈنٹ لمیٹڈ مکلوڈ روڈ لاہور

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.

دی پنجاب کرسچن سنٹرل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور

عرصہ تین سال کا ہوا کہ یہ بنک شہر لاہور میں کھولا گیا تھا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ پنجاب کے دیہاتی مسیحیوں کی مالی حالت کو بہتر بنایا جاوے۔ سیٹلمنٹ کے ذریعہ سے جو لوگ مسیحی مذہب میں شامل ہوتے ہیں اُن کی مالی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ خواہ زراعت پیشہ ہوں یا صنعتی یا حرفتی کاموں میں لگے ہوئے ہوں۔ ان لوگوں کو قرضی روپیہ کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ مسیحی مذہب اختیار کرنے کی وجہ سے جو بنئے بقال وغیرہ بے تحاشہ سود لیکر ان غریبوں کو روپیہ اُدھار پر دے بھی دیتے تھے وہ بھی انکار کر رہے ہیں۔ اگر ہم لوگ انکی مدد نہ کریں تو یہ لوگ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اس بنک کے ذریعہ سے شہری مسیحیوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ عمدہ سود کی شرح پر روپیہ امانت پر رکھوائیں۔ نیز بنک کے حصص خرید کر عمدہ ڈیویڈنڈس و منافع کماویں۔ پچھلا ڈیویڈنڈ ۹ فیصدی شرح کے حساب سے دیا گیا تھا۔ پچھلے تین سال کے عرصہ میں تقریباً ایک لاکھ روپیہ قرض دیا جا چکا ہے جو وقت مقررہ پر واپس آ رہا ہے۔ اور تقریباً بارہ ہزار روپیہ سود امانت پر روپیہ رکھنے والوں کو پہنچ چکا ہے۔ سو یہ بات وہی ہے کہ "آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام" حصص کی قیمت مبلغ ۵۰ روپیہ ہے جو سہ ماہی انسٹالمنٹ (قسط) میں واجب الادا ہے۔ جو علاوہ شرح سود امانتی روپیہ کے واسطے ذیل میں درج ہے۔

تین ماہ کے فکسڈ ڈپازٹ جو علاوہ (زر جمع مستقل) کیواسطے بشرح ۵ فیصدی سالانہ

۶ " " " " ۵½ " " "

۱۲ " " " " ۶½ " " "

پچھلا بالنس شیٹ منگوا کر بنک کی مالی حالت کا ملاحظہ فرماویں۔ بنک چلانے کے اخراجات نہایت کم ہیں کیونکہ ایک کل وقت کے اکاؤنٹنٹ کے باقی سب عہدہ داران بلا اجرت قومی خدمت کر رہے ہیں۔

المشتہر

آئی۔ درگا پرشاد۔ آنریری مینیجر و سکرٹری

مسٹر کمیل بلیلا ایڈیٹر و پبلشر نے [illegible] قیصر ہند پریس کے اہتمام میں چھپوا کر [illegible] لاہور سے شائع کیا

Digitized by commissionedwriting.com for the IdeaMines collective.